اس عوامی انتخاب کی وجہ سے عوام کو خوش رکھنے کے لیے خدا اور رسولِ خدا کی خوشنودی کا احساس جاتا رہا، اس لیے اب عوامی انتخاب کے ذریعے عامی قسم کے رہنما اقتدار کی کرسی پر متمکن ہوئے، جو عوام ہی رہے اور عامیانہ ہی کام کرتے رہے۔

انتخاب کی قدر خواص کے بجائے عوام کے ہاتھ میں تھما دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ خواص بالکل پس پردہ چلے گئے، اس لیے عوام قابلِ ذکر قیادت سے محروم ہونے کی وجہ سے زیادہ متوازن نہ رہ سکے، جس کے بعد عموماً وہی کچھ ہوا جو ایسی صورتِ حال کا قدرتی تقاضا ہو سکتا ہے۔ یعنی عوام کے عامیانہ کاموں کے عامیانہ نتائج!

اس سلسلے کے دوسرے تفصیلی دلائل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ بہرحال ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ صرف اتنی بات ہے کہ: انتخابات کے مذکورہ چاروں طریقے غیر اسلامی ہیں اور حد درجہ نقصان دہ بھی ہیں۔ خلفائے راشدین میں سے پہلے تینوں خلفاء کا جس طرح انتخاب کیا گیا تھا اسی میں اب بھی ہمارے لیے عافیت ہے، چوتھے خلیفے کے عوامی انتخاب کا نتیجہ شایانِ شان نہیں رہا۔

ہم اس کے علاوہ یہ بات بھی ضروری تصور کرتے ہیں کہ جب تک مروجہ طریقے سے انتخابات کا سلسلہ جاری رکھنا ناگزیر ہے وہاں تک یہ ضروری ہے کہ انتخاب سے تین ماہ پہلے وزیر اعظم اور صدر دونوں مستعفی ہو جائیں اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہاں اس صورت میں یہ بھی ازبس ضروری ہے کہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی نامزدگی کا طریقہ ختم کیا جائے اور سینیارٹی لسٹ کے مطابق قدرتی طریقے سے ان کے تقرر کی ضمانت بھی دی جائے تاکہ انتخابات کراتے وقت وہ بالکل خالی الذہن ہو کر اپنے فرائض انجام دیں۔

عورت اور الیکشن۔ اگر عورت کو اس سے معاف رکھا جائے تو اس کے لیے بھی مفید ہے اور اسلامی روح کے بھی قریب تر یہی بات ہے۔ عورت کے نوعی تقاضے اور صنفی نزاکتیں بھی سدِ راہ ہیں، خاص کر (۱) بچوں کی پرداخت (۲) حمل کی کوفت اور (۳) ماہانہ مخصوص حالات اس امر کے متحمل نہیں ہیں کہ وہ دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ قومی نمائندگی اور قیادت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔

اگر یہ خاتون، حسن و حسین، خالد، ابو عبیدہ، طارق، محمد بن قاسم اور عمر جیسی نسل کی تیاری میں قوم کی کوئی خدمت انجام دے سکے تو یہ اس کا عظیم کارنامہ ہو گا اور اس کا ایک بہت بڑا احسان بھی۔ زمانہ ایام اور حمل میں عورت کا مزاج قدرۃً غیر متوازن ہوتا ہے، جس کی بنا پر اس سے

کسی متوازن قیادت اور نمائندگی کی توقع مشکل ہے۔

اس کے علاوہ اس کی زندگی کا دائرۂ کار بھی قدرتًا کافی محدود ہوتا ہے، اس لیے اس کی نگاہوں میں آفاقیت کے نقوش کم ابھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ناقصات العقل والدین بھی قرار دیا ہے۔ تجربہ ادھورا ہو تو عقل کیسے مکمل ہو؟ اپنی صنفی مجبوریوں کی بنا پر ملی اور دینی خدمات کے سلسلے میں کافی حد تک معذور تصور کی گئی ہے، اس کے بعد دین میں وہ پختہ کار ہو تو کیسے ہو؟

نمائندگی اور قیادت سے غرض، ملک وملت اور دین میں ترقی اور فلاح کی تلاش ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، اس کے لیے عورت کا انتخاب عبث ہے بلکہ ایسی قوم کا فلاحی مستقبل بھی خطرہ میں پڑ سکتا ہے۔

لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً (بخاری۔ کتاب المغازی)

وہ قوم جس نے اپنا معاملہ ایک عورت کے سپرد کر دیا ہرگز فلاح نہیں پائے گی۔

خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن اندرونی مزاحمتوں سے دوچار ہونا پڑا، ان میں سے ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقابلہ بھی تھا۔ حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ ابوبکرہ ہیں، ابوبکر صدیق نہیں ہیں) سے کہا گیا کہ آپ حضرت عائشہ رض صدیقہ کی حمایت کریں، تو انھوں نے فرمایا کہ قریب تھا کہ حضرت صدیقہ کی طرف سے میں بھی جنگ میں کود پڑتا مگر میں نے حضور سے ایک ایسی بات سنی جس نے مجھے اس سے بچا لیا، وہ یہ کہ حضور کو اطلاع ملی کہ اہلِ فارس نے اب عورت کو اپنا سربراہ مقرر کر لیا ہے، اس پر آپ نے فرمایا: تو پھر ان کا انجام بھی معلوم۔

عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ سمعتھا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایام الجمل بعد ما کدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معھم قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اھل فارس قد ملکوا علیھم بنت کسری قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (رواہ البخاری باب کتاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی کسری وقیصر)

بعض دوسرے شواہد سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ عورت کی قیادت بابرکت نہیں ہوتی گو علی الانفراد یہ روایات متکلم فیہ ہیں تاہم مجموعی لحاظ سے کام دے سکتی ہیں۔

طاعۃ المرأۃ ندامۃ رواہ ابن مندہ عن الربیع الانصاری وابن عساکر عن جابر رضی